سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

# رزقِ حلال' کسبِ معاش اور حُبّ مال کا مآل

**نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم وماھذہ الحیوٰۃ الدنیا الالھو ولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون** (عنکبوت۔ع ۷)

ترجمہ: یہ دنیا کی زندگی ماسوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں اور اصل زندگی آخرت کی ہے (کاش) انہیں اس چیز کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔___ **وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ما اکل احد طعاما قط خیر من ان یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدیہ (بخاری)**

ترجمہ: انسان زندگی میں جو کھانا کھاتا ہے' ان میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے۔

معرکہ خیر وشر : محترم حضرات! گزشتہ جمعہ کو تلاوت شدہ آیت کے ضمن میں دنیا کی حقیقت بیان کرنے کی کوشش کی جس کا خلاصہ یہ کہ رب العالمین نے دار آخرت کو عالم دنیا کے مقابلہ میں بیان فرمایا' دنیا کی زندگی کو لہو ولعب سے تشبیہ دی کہ دنیا ایک ایسا مشغلہ ہے جو کہ عبث اور بے نتیجہ ہے اس پر فائدہ دینے والا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جیسے بچے زندگی کا ایک معتد بہ حصہ کھیل کود میں گزار کر اپنے زندگی کو بے نتیجہ بنا کر ضائع کر دیتے ہیں۔ یہی حصہ زندگی اگر بالغ ہونے کے بعد فضول کاموں میں خرچ کی جائے قابل مذمت ہے اگر یہی چند سالہ دور عبادات الٰہی اور ایسے اعمال میں صرف کر دی جو انسان کی مقصد تخلیق ہے وہی حصہ حیات نہ صرف قابل مدح وستائش ہے بلکہ آخرت کا نتیجہ بھی اجور کی شکل میں دائمی اور بے انتہا مسرتوں اور شادمانیوں کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ دنیا کے ممکنہ مضر اثرات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا کے تمام اسباب واشیاء بے کار لغو اور قابل مذمت ہیں۔ انہیں اختیار کرنا بھی شجرہ ممنوعہ ہے۔ نہ کمانا ہے نہ شادی کرنی ہے نہ معاشرہ میں رہنا ہے بلکہ لوگوں سے الگ تھلگ کسی کمرہ یا غار میں دنیا سے فرار اختیار کر کے دنیا سے ہر قسم کی بے رغبتی ہی نجات وفلاح کا ذریعہ ہے۔ بلکہ انسانوں کو فرشتوں جیسے پاک وروحانی مخلوق پر اکرم واشرف المخلوقات کا بلند مقام اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ فرشتے دنیا اور اس کے مضر اثرات کو استعمال کرنے سے عاجز ہیں۔ صرف حق تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس اور اطاعت کی قوت ان میں موجود ہے۔ ان میں نافرمانی کی نہ قوت ہے اور نہ تصور۔ اس کے مقابلہ میں انسان جس کو راہ راست سے ہٹانے کی ابلیس لعین نے مصمم ارادہ کیا ہوا ہے اور انسان میں خیر وشر کو اختیار کرنے کی استطاعت

بھی دی گئی ہے اسی معرکۂ خیر وشر میں دنیا کی اس مختصر زندگی میں یہ اپنے ازلی دشمن شیطان ملعون کو اپنے محنت و مشقت اور رب کی خوشنودی کے لئے شکست دے کر جس کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے یہی اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ یہ اعلیٰ مقام تب حاصل ہوگا کہ اسی دنیا جس کو الدنیا ملعونۃ کہا گیا میں رہ کر بدی کی قوتوں سے قدم قدم پر مقابلہ کیا جائے نہ کہ اس سے فرار کو اپنے نجات کا ذریعہ سمجھا جائے۔

**چار امورِ سنت:** انبیاء کرامؑ نے اسی عالم میں رہ کر شادیاں بھی کیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری تک تقریباً ہر شریعت میں شادی کو مشروع قرار دیا گیا۔ یہ صرف اس دنیا میں نہیں بلکہ عقد و معاہدہ کا یہ سلسلہ و تعلق جنت میں بھی رہے گا۔ ارشاد نبوی ہے: **اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح (ترمذی)** ترجمہ: ''یعنی چار امور ایسے ہیں جو تمام رسولوں کی سنت ہیں۔ ایک حیاء۔ حیاء انسان میں ایسی فطرت ہے جو اسکے اور گناہ کے درمیان حائل ہوکر اسے گناہ سے روکتی ہے۔ دوم سنت خوشبوئی کا استعمال۔ سوم مسواک کا استعمال، چہارم نکاح۔''

سرکار دو عالم ﷺ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تک اسی عبادت نکاح پر قائم رہے۔ یہ تصور کر لینا کہ عورت سے نکاح کرنا بھی دنیا ہی دنیا ہے، بالکل غلط ہے بلکہ یہ انبیا اور بالخصوص آنحضرت ﷺ کی سنت و عبادت ہے جب سنت و عبادت ہے تو شریعت میں عورت کے حقوق اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے طریقے بھی بیان کئے گئے کہ اس کیلئے مہر، روٹی، کپڑا، اور مکان کا بندوبست کرنا ہے، ظاہر ہے کہ لوازمات کو جو حقوق العباد ہیں کے لئے جائز طریقے سے دنیا کے اسباب کو اختیار کرنا ہوگا۔ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے ان حقوق میں سے کسی حق کی بھی ادائیگی نہیں ہوسکتی۔ بھوک سے بدحال آدمی اگر سارا دن صرف روٹی روٹی کا زبان سے ورد کرتا رہے یا غذا کا تصور ہی کرے۔ زندگی گزر جائیگی۔ بھوک سے مزید نڈھال ہوکر دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

**رزق حلال کی تلاش:** بھوک سے مرنا ممکن ہے ایک نوالہ حاصل کرنا محال ہے، جب تک حصول کے ذرائع و اسباب روبہ کار لاکر محنت و تگ و دو نہ کرتے شریعت مطہرہ اور حضور اقدس ﷺ نے امت کو اسی طرح ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ انسان زندگی میں جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے اعلیٰ و بہتر کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اسلام نے کسی جگہ تیار اور مفت خوری کو ترجیح نہیں دی۔ جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد فرمایا:

**فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ** (سورۃ جمعہ)

جب نماز (جمعہ) سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کیا کرو۔

مال و دولت یعنی رزق کا دینا نہ دینا۔ زیادہ دینا کم دینا۔ یہ اللہ کی مرضی اور اختیار میں ہے۔ مگر انسان اس پر مکلف ہے کہ یہ حلال طریقہ سے رزق حاصل کرنے کی راہیں تلاش کرے۔ اب اگر کام کرنے والا آٹھ گھنٹے کام کرکے مثلاً سو روپے کماتا ہے اور دوسرا چار گھنٹے کام کر کے ہزار کماتا ہے۔ تو سو روپے کمانے والے کو یہ حق نہیں کہ مالک الملک پر اعتراض

کرے کہ فلاں کو زیادہ اور مجھے کم کیوں ملتے ہیں۔ تقسیم دولت اللہ کے ہاتھ میں ہے فرمان الٰہی ہے:

**نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیواۃ الدنیا و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات** (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: ہم نے لوگوں کے رزق کو (ان کے درمیان) دنیا میں تقسیم کردیا ہے کسی کو اونچا مقام دیا کسی کو کچھ کم۔

اللہ علیم اور حکیم ہے ہر آدمی کے ظرف' دماغ اور قلب کے اندر جو کچھ تصورات و خیالات ہیں ان سے وہ خبردار ہے کہ زیادہ لینے والا اس رزق کا استعمال کیسے کرے گا اور کم لینے والا' دینے والے کے بارہ میں کیا تصور قائم کرے گا' دونوں کا امتحان ہے' ایک کیلئے شکر کی تعلیم ہے' دوسرے کیلئے صابر اور شاکر رہنے کی۔ کیا یہ دونوں امتحان میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں' یا زیادہ حاصل کرنے والا کثرت مال کی وجہ سے گناہوں کی دلدل میں پھنس کر منعم اور دینے والے کے ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے اور کم مال والا صبر اور قناعت کی جگہ شکوے شکایت شروع کر کے اپنی آخرت کو خراب کر رہا ہے۔

**تقسیم مال میں لامتناہی حکمتیں:** اسکے علاوہ اس تقسیم مال و دولت میں اللہ کی لامتناہی حکمتیں ہوسکتی ہیں' ان حکمتوں کا سمجھنا ہر نتھو خیرو کا کام نہیں یہ تو اس کا کام جو ظاہری علم کیساتھ ساتھ خداوندی اعانت بھی اس کے ساتھ شامل حال ہو' آج کئی عقل کے مارے' روشن خیال' اپنے آپکو دین کے خود ساختہ ماہر سمجھنے اور تعبیریں کرنے والے درحقیقت اپنے دین کے بھی دشمن اور آخرت کو بھی گنوا بیٹھ کر" نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے" کا مصداق بن کر "ھباء امنثورا" ہو گئے۔

امام بیہقی حضورﷺ کا ارشاد نقل کر رہے ہیں کہ "**کسب الحلال فریضة بعد الفریضة**" مفہوم یہ کہ الٰہی فریضہ ادا کرنے کے بعد رزق حلال کے لئے کوشش کرنا بھی اہم اور ضروری ہے۔ جیسے پہلے آیت جمعہ کے ذیل میں رب کائنات نے حکم دے دیا ہے کہ میرے فریضہ یعنی نماز جمعہ کی ادائیگی سے فارغ ہوتے ہی حلال معاش کی تلاش کے لئے زمین میں نکل پڑو۔

**انبیاء اور کسب معاش:** آپ نے سنا ہوگا کہ ہمارے جتنے بھی انبیاء کرام' صحابہ' تابعین' اولیاء' صلحاء' محدثین' فقہاء' مجتہدین اکابر نے جو اسلامی و دینی کارنامے سرانجام دیئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے منصب اور رتبے کے مطابق آسمان اسلام و علم و عرفاں کے آفتاب و ماہتاب گزرے۔ اگر وہ چاہتے تو بغیر محنت کے ان کے قدموں میں سونے چاندی کے انبار لگ جاتے۔ نہ کسی کو اشارۃً کنایۃً راغب کرنا پڑتا۔ اور نہ کبھی اس کی حاجت تھی اور نہ خواہش۔ دوسری طرف حالت یہ بھی رہی کہ نہ کبھی دنیا کے حلال حوائج سے فرار اختیار کیا اور نہ اپنے ماننے والوں یا معتقدین کو یہ سبق دیا' بلکہ اپنے عمل سے ثابت کیا جائز حاجات کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ وہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے حاصل کی جائے ابوالبشر حضرت آدمؑ زراعت میں مصروف رہ کر حلال معاش کا بندوبست خود فرماتے حضرت نوحؑ نے کشتی رانی میں مہارت حاصل کی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے معاش کے بندوبست کیلئے کپڑے کے کاروبار کو اپنا ظاہری وسیلہ معاش چن لیا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ تیر بنانے کے ماہر' تیر بیچ کر حلال کمائی سے مستفید ہوتے۔ سید الرسلﷺ جو انبیاء کے

سردار اور اس دنیا کا وجود بھی رب کائنات نے انہی کے دم خم سے قائم کی' اور ان کا فاقہ مجبوری نہ تھی بلکہ خود اختیار کردہ تھی' بچپن میں جانور چراتے' عمر زیادہ ہوئی تو تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا' ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری جو پچی پکی اور اسلام کی آمد سے پہلے دین حقہ کی متبع تھی' مالدار اور صاحب ثروت بی بی تھی' حضور ﷺ سے شادی کے بعد آپ ﷺ ان کے اموال سے تجارت کرتے۔

**معاش بھی عبادت بھی:** اسی غرض کیلئے شام' یمن' بحرین اور حبشہ کے تکلیف دہ اور صبر آزما اسفار اختیار کیے امت کو بھی تلقین کی کہ **من طلب الدنیا حلالاً و تعففا عن المسئلة وسعیا علی عیاله و تعطفاً علی جاره لقی الله وجهه کا القمر لیلة البدر (بیهقی)** ترجمہ: ''جو دنیا کو حلال طریقوں سے کما کر (اس سے) اپنی اولاد کی پرورش کرنا چاہے اور اپنے (لاچار) پڑوسیوں پر (بطور مدد) خرچ کرنا چاہے تو خدا سے روز قیامت اس طریقے سے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا رہے گا'' مدینہ منورہ کے نزدیک مقام جُرف میں آپؐ نے باقاعدہ زراعت کا مشکل ترین کام خود اپنے ہاتھوں سے فرمایا یہ تمام مشاغل جو انبیاء کرام نے اختیار کیے اگر اس نیت سے کیے جائیں کہ انبیاء کی سنت اور بالخصوص سرور کونین ﷺ انہی پر کار فرمارہے تو یہی دینوی اور معاش کا ذریعہ بھی عبادت کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اس پر انشاء اللہ کسی اور موقع پر عرض کروں گا کہ مومن کیلئے۔ ارحم الراحمین نے جنت کا داخلہ اتنا آسان کر دیا ہے کہ اسکا حلال دینوی کام بھی صحیح نیت کی وجہ سے دین بن جاتا ہے۔ بدقسمتی مسلمانوں کی ہے کہ خود اس آسان اور بے جا سختیوں سے خالی دین کو اپنے لئے بارگران سمجھ لیا ہے۔

**حصول رزق حلال بھی دین کا حصہ ہے:** یہ بات حتمی ہے کہ رزق حلال کو حاصل کرنا بھی دین کے اور شرعی امور کی طرح دین ہی کا حصہ ہے۔ یہ عقیدہ اگر ذہن میں مستحکم ہو جائے تو کئی قسم کے وساوس مثلاً دنیا کو بالکل ترک کرنا نجات اخروی کیلئے ضروری شرط ہے' سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔ دینوی اسباب اختیار کرنا صرف انبیاء نے نہیں بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے انبیاء اور سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرتے ہوئے اسلام کے اعلاء کیلئے کوششوں کے ساتھ دینوی زندگی گزارنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کیلئے مختلف پیشوں کا انتخاب کیا۔

**صحابہ کرام اور تجارت:** حضرت سیدنا امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ کپڑے کے بہت بڑے تاجر اور ''**التاجر الصدوق الأمین مع النبین والصدیقین والشهداء**'' کے مصداق تھے۔ اسی تجارت کے طفیل جب بھی غزوات میں حضور ﷺ صحابہؓ سے تعاون کی اپیل کرتے تو حضرت عمرؓ سمیت تمام اجل صحابہ پر اس عظیم دینی کارنامہ میں سبقت حاصل کرتے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ تجارت میں کثرت سے مصروفیت کی وجہ سے احادیث نبوی کریم ﷺ کے روایات کم نقل کرنے کے بارہ میں خود فرما رہے ہیں کہ حدیث رسولؐ مجھ سے اس وجہ سے مخفی رہے کہ میں کثرت سے امور تجارت میں مصروف رہتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا کاروبار مکہ اور پھر مدینہ ہجرت کے بعد بھی جاری رہا۔ احادیث نبویؐ پر سختی سے عمل کرنے والے عبداللہ بن عمرؓ نے اونٹوں کے خرید وفروخت کو اپنے رزق حلال کا ظاہری

وسیلہ بنایا۔ یہ تو صرف چند صحابہ کا ذکر ہے، اکثر صحابہؓ اپنے گزر بسر کیلئے خود ہی ذریعہ معاش پر عمل کرنا جزو ایمان سمجھتے ،فقہاء امت، مجتہدین کرام اور محدثین عظام نے بھی مانگے تانگے پر اکتفاء کر کے زندگی گزارنے کی بجائے تجارت زراعت، صنعت وحرفت جیسے کاروباروں میں اپنے معاش کا بندوبست کیا۔ کسی کسب کو انہوں نے اپنے لئے باعث توہین نہ سمجھا کوئی تاجر تھا تو کوئی موچی، کسی نے اپنے لئے فن کپڑا فروشی اختیار کیا تو کسی نے درزی کا فن سیکھ لیا۔

**ائمہ کرام اور پیشہ رزق حلال:** سیدنا امام ابو اعظم ابوحنیفہؒ کپڑے کے تاجر اور ذریعہ معاش میں ان کے احتیاط وتقویٰ کے واقعات آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ کے مؤلف اور مصنف امام بخاریؒ اپنے تصنیف بخاری شریف کے تدوین کے معروف ترین مشاغل سے ہوتے ہوئے زندگی گزارنے کیلئے بزاز یعنی کپڑا فروش کی ڈیوٹی بھی ادا کرتے رہے۔ مؤرخین نے امام قدوری کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ برتنوں کے کاروبار کرتے تھے۔ یہ چند نام بطور ''مشت نمونہ بطور خبروار'' کے طور پر ذکر کردیئے ورنہ امت مسلمہ کی تاریخ ان ہیروں اور جواہرات سے بھری پڑی ہے کہ دین کی اشاعت امت مسلمہ کے بارہ میں ہمہ وقتی، فکر انگیزی، دن رات مسلمانوں کے صلاح وفلاح کیلئے زبانی، قلمی، جانی اور مالی اور ذہنی مصروفیات میں بھی اپنے اہل وعیال کے رزق حلال کے لئے دینوی اسباب اور ذرائع کے کسی نہ کسی شاخ سے منسلک رہے۔

**ترک اسباب توکل نہیں:** ان میں سے ہر ایک علم وتقویٰ کا پہاڑ، ذہانت ومتانت کا بیش بہا خزانہ، علوم شرعیہ کے کلیات وجزئیات کے عظیم دائرۃ المعارف اور بے شمار اوصاف کے حامل تھے جب انہوں نے خطبہ کے ابتداء میں حضورﷺ کے ارشاد مقدس کہ انسان زندگی میں جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اور حضرت داؤد جیسے برگزیدہ پیغمبر بھی اپنے ہاتھوں سے زرہیں بنا کر بازار میں بیچنے کے بعد اس کی آمدنی سے کھاتے۔ حکومتی خزانہ سونے چاندی سے بھرا تھا مگر اس سے کچھ نہ لینے کو اپنا فرئم ورک اور مطمع نظر بنا دیا تھا تو ہمارے جیسے ایرے غیروں کیلئے کیسے جائز ہے کہ نہ اہلیت وصلاحیت بس توکل کا نام لیکر بنا کسی سبب اختیار کئے آسمان سے روزی آنے کا انتظار میں بیٹھ جائیں۔

**زکوٰۃ حج اور صدقات:** آپ کو معلوم ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت میں دنیاوی اعمال کی جانچ اور ان پر نتائج کا مرتب ہونا اخروی زندگی کی کامیابی کا دارومدار اس چندروزہ زندگی کے اعمال پر ہے۔ زیادہ تر حسنات ایسے ہیں کہ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں وسائل کا جائز اختیار لازمی ہے۔ رزق حلال کیلئے سعی کر کے اور کھانا کھا کر ہی بدن میں قوت پیدا ہونے کے بعد اسلامی عمارت کے بنیادی ستون نماز کی ادائیگی پر قدرت حاصل ہوگی۔ حلال مال دولت کما کر زکوٰۃ جیسے اہم عبادت کی ادائیگی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوسکتی ہے۔ اعزہ اقارب پڑوسیوں اور فقراء ومساکین کے حوائج کو پورا کرنے کا جو حکم شریعت نے دیا ہے وہ بغیر محنت ومزدوری اور مال حاصل کرنے کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔ حج جیسے ارکان اسلام میں وہ عظمت اللہ نے عطا فرمایا اور اس کے حقوق وشروط کے ساتھ ادائیگی کرنے والے کو

رب العالمین تمام گناہوں سے پاک فرما دیتے ہیں مگر یہ عظیم فضیلت بغیر زاد و راحلہ اور ضروری اخراجات کے حاصل ہونا صرف ایک خواب ہی ہوسکتا ہے۔ اسلام جس میں بار بار رفاہ عامہ اور حقوق العباد کے پورا کرنے پر زور دیا گیا ہے، بیوی، اولاد، والدین، ملازمین حتی کہ بے زبان جانوروں کو بھی اپنے اپنے حق سے محروم کرنا قابل مواخذہ جرم ہے اس جرم سے بچنے کی ایک صورت کہ دنیا کے میسر اسباب سے مستفید ہو کر ان نیکیوں کو حاصل کیا جائے

**مسلمانوں کا ہدف کیا ہونا چاہیئے:** دین حقہ کی سربلندی اور مسلمانوں پر اپنے حفاظت اور دفاع کیلئے جہاد فی سبیل اللہ کی ذمہ داری کا سلسلہ تا روز قیامت اللہ جل جلالہ نے جاری رکھنے کے حکم دیا ہے دشمن کا مقابلہ میں ہر ممکن قوت و طاقت آلات حرب جدید سے جدید تر حاصل کرنا، مہارت کا حصول مسلمانوں کا ہدف ہونا چاہیے۔ یہ تب ہوگا کہ مسلمان ہر قسم جائز علمی و مادی اور روحانی کمالات سے مالا مال ہوں ان میں اگر کمی ہو کامیابی ناممکن ہے۔

**حبّ مال کی مضرتیں:** معزز حاضرین! خلاصہ یہ کہ تمام دینوی وسائل اور کاروبار زندگی قابل مذمت نہیں بلکہ وہ حیات قابل مذمت ہے جو بے مقصد ہو جیسے کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ ہر فرد کی اپنی اپنی ضروریات ہوتی ہیں جن کے پورا کرنے کیلئے دنیا کے جائز ذرائع اور وسائل اختیار کرنے کی اجازت تو ہے مگر شرط یہ کہ حاجات کے آڑ میں تکبر فخر، نمائش دوسروں پر سبقت یعنی آگے بڑھنے کی نیت نہ ہو۔ زندگی گزارنے کیلئے یہاں کے اسباب و وسائل اس قدر ضروری ہیں جیسے کشتی چلانے کیلئے نہر یا دریا کا پانی۔ اگر پانی ہی موجود نہ ہو تو کشتی کا چلانا ناممکن ہے لیکن پانی کی اہمیت و ضرورت اس وقت تک ہے جب پانی جہاز یا کشتی سے باہر ہو۔ اگر کشتی میں سوراخ ہو کر پانی اندر داخل ہو جائے تو کشتی بھی غرق اور اس میں سواری بھی دریا و سمندر کے موجوں کے نذر ہو جائیں گے۔ یہی حال مال و دولت کا ہے، حیات مستعار کا قلیل عرصہ گزارنے کیلئے حصول مال ضروری ہے مگر شرط یہ کہ اس کے ساتھ تعلق ظاہری دنیا تک رہے نہ کہ اس کا محبت دل میں سوراخ کر کے اندر داخل ہو جائے۔

**صحابہ کرام اور مزاح و دل لگی:** امت مسلمہ کے راہنمایاں و مقتدی صحابہؓ اسی دنیا میں رہ کر ہنسنے کے موقع پر ہنستے لیکن انکا ہنسنا میرے اور آپکے ہنسنے کی طرح نہ تھا کہ ایسے وقت میں دلوں پر غفلت کے پردے آخرت کو بھلا دیتے۔ صحابہؓ کے ہنسنے کے بارہ میں حضرت قتادہؓ کا ارشاد ہے: عن قتادۃؓ قال سئل إبن عمر هل كان أصحاب رسول الله ﷺ يضحكون قال نعم والايمان فى قلوبهم اعظم من الجبل وقال بلال بن سعد ادركتهم يشتدون بين الاغراض ويضحك بعضهم إلى بعض فإذا كان الليل كانوا رُهباناً (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آنحضورﷺ کے صحابہ کبھی ہنسا بھی کرتے تھے۔ جناب ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں (ہنستے وقت) ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی بڑا ایمان (قائم ودائم) رہتا۔ اور حضرت بلال بن سعدؒ تابعی فرماتے ہیں: صحابہ کو اس حال میں پایا کہ وہ تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑتے اور ایک دوسرے کے باتوں پر ہنسا بھی کرتے مگر جب رات ہو جاتی تو وہ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے

ہو جاتے۔ اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو حالت یہ ہے کہ معمولی سی دینوی خوشی کے وقت آپے سے باہر ہو کر شرافت وحیاء اور ایمان کے تمام حدود کو الوداع کہہ دیتے ہیں۔ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ شاید اس دنیا میں آنے کا غرض ہی یہی فضولیات اور لہو ولعب میں دنیا کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ ان مواقع پر ہم اپنے لئے کسی دینی فریضہ اور شرط کو اپنی ذمہ داری ہی نہیں سمجھتے۔ یہاں اکثر احادیث پڑھنے والے طلبہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں ان کو معلوم ہے کہ جب مذاق ومزاح کا موقعہ آیا تو سید المرسلین نے خوش طبعی کا بھی ایسے شرعی حدود وقیود کے دائرہ میں اظہار فرمایا جو رہتی دنیا کے مسلمانوں کیلئے سبق آموز اسوہ اور نمونہ ہے۔

**بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی:** ایک بڑھیا نے حضورﷺ کے دربار میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ میرے لئے جنت کی دُعا فرمایئے روایت ہے: **وعن أنسؓ عن النبی ﷺ قال لامرأة عجوز انه لا تدخل الجنة عجوزاً قالت ومالهن وكانت تقرأ القرآن فقال لها ماتقرئين القرآن إنا أنشأنٰهن أنشاء فجعلنا هن ابكاراً (رواه رزين)** ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ بڑھیا کے اس استدعا کے جواب میں فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی، وہ بوڑھی عورت قرآن پڑھی ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ (اللہ نے فرمایا ہے) ہم جنت کی عورتوں کو پیدا کریں گے جیسا (جنت کے مناسب) پیدا کیا جاتا ہے پس یہ سب عورتیں کنواری بنا دیں گے۔

یہ ایک عجیب حقیقت پر مبنی مذاق اور مزاح تھا کہ پہلے تو وہ بوڑھی نہ سمجھ سکی، فوراً پوچھا کیا وجہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے وہ رونے لگی مگر جب حضورﷺ نے قرآنی آیت کا مطلب کہ دنیا کی بوڑھی عورتیں اس بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ اور انہی بڑھیا عورتوں کو جوانی کی اعلیٰ ترین شکل وجسم دیکر داخل فرمائیں گے، خوشی سے پھر پھولے نہ سما سکی۔ آنحضرتﷺ کا مزاح نہ کبھی جھوٹ پر مبنی ہوتا نہ کسی دوسرے انسان کی توہین وتحقیر پر۔ ہم بھی ایک دوسرے کیساتھ مذاق کرتے رہتے ہیں، شریعت کی حد تو دور کی بات ہے انسان کو انسانیت کے مقام سے گرا کر دنیا میں سے اسفل السافلین پہنچانے کے تمام گر استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

**دنیا کی حقیقت:** تو محترم بھائیو! بات بہت دور نکل گئی، اگر کوئی سمجھے کہ مذہب دنیا کو چھوڑنے کا نام ہے بالکل غلط تصور بلکہ اسلام کا غرض یہ ہے کہ دنیا کے ساتھ راستے پر سفر کرنے والے ایک راہ گزر کا رشتہ وتعلق جو بعض سرائے اور ہوٹل سے ہوتا ہے وہی معاملہ دنیا سے بھی کرنا ہے، ناسمجھ اور ضدی بچہ کی طرح یہ ضد کرنا کہ میرے لئے ادھر ایک محل اور سکونت بنانا ہے اس جہالت پر مبنی عقیدہ کے باطل اور لغو ہونے کیلئے رب کائنات نے دنیا کی حقیت بیان فرما دی۔ کہ نیک بخت یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں بلکہ لہو ولعب ہے اس کیساتھ دوسرے جملہ میں دائمی اور مستقل رہنے والی زندگی کی حقیقت بھی بیان فرمائی۔ اب یہ حضرت انسان پر منحصر ہے کہ فانی زندگی کو ترجیح دیتا ہے یا دائمی کو۔ رب کائنات مجھے اور آپ سب کو ایسی زندگی حاصل کرنے کی توفیق دے جو دائمی اور جنت کے اعلیٰ ترین ثمرات پر منتج ہو۔